42

صدیوں کے بعد تمہارے لیے یہ موقع پیدا ہوا ہے کہ تم تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے قرآنی حکم کو پورا کر کے الٰہی انعامات کے وارث بن جاؤ

(فرمودہ 26/اکتوبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔[1]

اس کے بعد فرمایا:

''میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بھی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی تھی اور اس کا ایک پہلو بیان کیا تھا۔ آج میں اس کا ایک دوسرا پہلو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اُس دن

چونکہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع تھا اِس لیے میں نے اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ پر زیادہ زور دیا تھا۔ آج میں تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر زور دینا چاہتا ہوں کیونکہ میرا منشاء ہے کہ آج میں تحریک جدید کے نئے سال کے چندہ کی تحریک کروں۔

اس آیت میں خداتعالیٰ نے پہلے تو مسلمانوں کو کہا ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہترین امت ہو جو ساری دنیا کے لیے نکالی گئی ہو۔ اور اِس کے بعد فرمایا تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم ساری دنیا کے لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ یوں تو ہر مومن اگر وہ سچا مومن ہے تو اپنے گردوپیش میں اپنے ہمسائیوں اور ملنے والوں کو امر بالمعروف بھی کرتا ہے اور نَهى عَنِ الْمُنْكَرِ بھی کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم اِس آیت پر غور کریں تو اس میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ خداتعالیٰ نے اِس آیت میں ان دو چیزوں کو اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے بعد بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صحیح معنوں میں اس آیت کے اُسی وقت مصداق ہو سکتے ہیں جب ہم تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر عمل کریں۔ یعنی ہم ساری دنیا کے لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیں اور ساری دنیا کے لوگوں کو بُرائی سے روکیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہر مومن نہ ساری دنیا میں تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ پر عمل کر سکتا ہے اور نہ ساری دنیا میں تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر عمل کر سکتا ہے۔ یہ کام تنظیم کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ اور تنظیم بھی ایسی ہو کہ جماعت کے افراد دنیا کے کناروں پر جائیں اور ساری دنیا کے لوگوں کو امر بالمعروف اور نَهى عَنِ الْمُنْكَرِ کریں۔ لیکن اگر کوئی تنظیم نہ ہو اور یہ نہ ہو کہ اُس تنظیم کے ماتحت کوئی شخص امریکہ میں بیٹھا ہوا تبلیغِ اسلام کا کام کر رہا ہو، کوئی ملایا میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی تھائی لینڈ میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی بورنیو میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی انڈونیشیا میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی ہندوستان میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی فلپائن میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی جاپان میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی چین میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو، کوئی یورپ کے مختلف ممالک یعنی انگلینڈ، سکنڈے نیویا، ہالینڈ، بلجیئم، سپین، فرانس، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، آسٹریا، پولینڈ، ہنگری اور روس میں بیٹھا ہوا یہ کام کر رہا ہو تو اُس

وقت تک اِس آیت پر پوری طرح عمل نہیں ہوسکتا۔ پس اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم سب سے بہتر قوم ہو جسے ساری دنیا کے لیے نکالا گیا ہے۔ مگر پھر یہ بھی بتایا کہ تمہیں کس کام کے لیے نکالا گیا ہے۔ وہ کام یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو نیک کاموں کی تعلیم دیتے ہو اور ساری دنیا کو بُرائی سے روکتے ہو۔ اور ساری دنیا کو نیکی کی تعلیم دینا اور ساری دنیا کو برائی سے روکنا تبھی ممکن ہوسکتا ہے جب جماعت میں تنظیم ہو اور اس تنظیم کے ماتحت وہ ساری دنیا میں اپنے مبلغ بھیجتی رہے۔

پرانے زمانہ میں اسلام میں یہ طریق تھا کہ لوگ آپ ہی آپ دوسرے ممالک میں چلے جاتے تھے اور اشاعتِ اسلام کا کام کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں بادبانی جہاز ہوتے تھے اور لوگ معمولی کرایہ خرچ کر کے فلپائن، انڈونیشیا، ملایا اور ہندوستان پہنچ جاتے تھے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے اور سفر پر بڑے بھاری اخراجات ہوتے ہیں۔ پھر پہلے زمانہ میں لوگ اپنے مکانات کو آباد کرنے کے لیے بھی آدمی ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ کوئی مناسب آدمی مل جائے تو اُسے اپنا ایک مکان جو مثلاً دو کمروں پر مشتمل ہو دے دیں تا کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ بعض ممالک میں ایک غسل خانہ بھی کرایہ پر لیا جائے تو اُس کا ڈیڑھ دوسَو روپیہ ماہوار کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اس لیے اب ہر ایک شخص میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اُس حکم پر عمل کر سکے۔ پرانے زمانہ میں ہر آدمی اِس قابل تھا کہ وہ انڈونیشیا، ملایا، چین یا جاپان چلا جائے کیونکہ سفر پر اخراجات بہت کم ہوتے تھے اور پھر چونکہ سفر بھی کم ہوتا تھا اس لیے جب سیاح آتے تو لوگ شوق سے انہیں اپنے گھروں میں ٹھہراتے تھے اور اُن کی خاطر مدارات کرتے تھے۔ انڈونیشیا میں کسی زمانہ میں عملاً عربوں کی حکومت تھی کیونکہ لوگ انہیں شوق سے اپنے گھروں میں لے جاتے اور انہیں استاد اور پِیر سمجھتے اور ان کی خاطر مدارات کرتے۔ لیکن اب انہیں عربوں سے نفرت ہوگئی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں استاد اور پِیر کہلانے کی عادت ہوگئی ہے۔ حالانکہ انہی کے سلوک اور خاطر مدارات کی وجہ سے انہیں استاد اور پِیر کہلانے کی عادت پیدا ہوگئی تھی۔ اِسی طرح اس علاقہ میں پہلے طبیب نہیں تھے۔ ہندوستان کے راول2 وہاں جاتے اور پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار کماتے تھے لیکن اب یہ حالت ہے

کہ وہاں ماہر طبیب بھی چلا جائے تو وہ اسے فقیر اور سپیرا سمجھتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔

غرض زمانہ کے حالات بدلنے کی وجہ سے اشاعتِ اسلام کا طریق بھی بدل گیا ہے۔ اب تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو جماعت کی طرف سے خرچ ملتا ہو۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جبکہ وہ جماعت منظّم ہو کیونکہ جماعت کا ہر شخص اِس قابل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کسی بیٹے کو اس کام کے لیے بھیجے اور اُس کا سارا خرچ خود برداشت کرے۔ ہماری ساری جماعت جو دس لاکھ کے قریب ہے اِس میں سے اگر کوئی ایسی مثال ملتی ہے تو وہ صرف میری ہے۔ میں نے اپنے ایک بیٹے کو انڈونیشیا تبلیغ کے لیے بھیجا تھا اور جتنی دیر وہ وہاں رہا اُس کا سب خرچ میں ہی بھجواتا رہا۔ اب بھی میرا ارادہ ہے کہ اگر آئندہ کسی ملک میں اپنا بیٹا اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجوں تو اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس کے سارے اخراجات بھی میں خود ہی ادا کروں۔ لیکن ہر کوئی ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے ممالک میں رہائش اور خورونوش کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور پاکستانی چونکہ غریب ہیں اس لیے وہ اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ چار پانچ سَو روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والا شخص بھی اگر چاہے تو پچاس روپیہ ماہوار تک ہی دے سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن دوسرے ممالک میں اخراجات دواڑھائی سَو روپیہ ماہوار سے کم نہیں ہوتے اور اتنی رقم وہ اپنی تنخواہ سے نہیں بچا سکتا۔ پھر جتنی زیادہ کسی کی تنخواہ ہو گی اتنے ہی اُس کے اخراجات بھی زیادہ ہوں گے۔ ای۔اے۔سی اور دوسرے بڑے بڑے عُہدیداروں کے اخراجات بھی بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ ہمارے ہاں تو یہ کیفیت ہے کہ عام طور پر جب بیٹا بڑا ہو جائے تو خیال کیا جاتا ہے کہ اب وہ کمائے اور ہماری امداد کرے۔ غرض پرانے زمانہ اور موجودہ زمانہ میں بہت فرق ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے۔ آپ نے بڑے تعجب سے فرمایا نواب صاحب! یہ کتنا اندھیر ہے کہ پہلے جو چوڑھا ہمارے ہاں کام کرتا تھا اُسے ہم چار آنہ ماہوار دیا کرتے تھے اور وہ خود اور اُس کا سارا ٹبّر ہماری خدمت کیا کرتا تھا۔ لیکن اب اس کی

بیوی کو ہم دوروپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ پھر بھی کام سے جی چُراتی ہے۔ اِس پر نواب صاحب کہنے لگے حضور! آپ تو دوروپیہ دیتے ہیں ہم چودہ روپے ماہوار دیتے ہیں اور پھر بھی چُوڑھا راضی نہیں۔

غرض اِس زمانہ میں اور پرانے زمانہ میں بڑا بھاری فرق ہے۔ اب بیرونی ممالک میں جانے پر اتنا خرچ ہوتا ہے کہ اسے کوئی فرد آسانی سے برداشت نہیں کرسکتا۔ ہاں! ایک قوم مل کر کسی کو باہر بھیج سکتی ہے۔ فرد چاہے چارسَو یا پانچ سَو روپے ماہوار تنخواہ پانے والا ہو تب بھی ایسا نہیں کرسکتا۔ ڈپٹی کمشنروں کی تنخواہیں قریباً بارہ سَو روپیہ ماہوار ہوتی ہیں مگر وہ بھی تین چارسَو روپیہ ماہوار خرچ نہیں دے سکتے کیونکہ انہوں نے اپنے بیوی بچوں کی خوراک اور لباس کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ پھر دعوتوں کا خرچ ہوتا ہے، کوٹھی کی حفاظت کا کام ہوتا ہے، پھر بالا حکام آتے ہیں تو اُن کے استقبال اور پارٹیوں پر خرچ ہوتا ہے۔ غرض وہ بھی اپنی تنخواہوں میں سے زیادہ رقم نہیں بچا سکتے اور اپنے کسی بیٹے کو اشاعتِ اسلام کے لیے باہر نہیں بھجوا سکتے۔ ڈپٹی کمشنروں سے بڑے رینک کے افسر تو بہت تھوڑے ہیں۔ وزیروں کو لے لو وہ بھی گنتی کے ہوتے ہیں۔ اور وزیرِاعظم تو پاکستان میں ایک ہی ہے۔ وزیرِاعلیٰ دو ہیں۔ ایک مغربی پاکستان کا اور ایک مشرقی پاکستان کا۔ پھر بڑی مصیبت یہ ہے کہ جن لوگوں کو مالی وسعت نصیب ہوتی ہے اُنہیں اشاعتِ اسلام کا احساس نہیں ہوتا اور جنہیں اِس کام کا کچھ احساس ہوتا ہے وہ مالی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ غرض یہ کام تبھی ہو سکتا ہے جب ایک منظّم جماعت موجود ہو۔ پھر چاہے اس کے افراد غریب بھی ہوں وہ اس کام کو کرسکتے ہیں۔

دیکھو! شروع شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دھیلا چندہ کی شرح مقرر کی تھی اور وہ بھی سال میں ایک دفعہ۔ اور اُس وقت اتنی رقم میں گزارہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ جماعت کا ہر کمانے والا اپنی کمائی میں سے ایک آنہ فی روپیہ دیتا ہے۔ اور پھر تحریک جدید بھی جاری ہے لیکن پھر بھی خزانہ مقروض رہتا ہے کیونکہ ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کا کام کرنا پڑتا ہے اور اس پر پچیس تیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہو جاتا ہے۔

پھر کوئی زمانہ ایسا تھا کہ ایک مسجد بنانے پر پانچ چھ ہزارروپیہ تک خرچ آتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ ہالینڈ میں جو مسجد ہم نے بنائی ہے وہ میں نے عورتوں کے ذمہ لگائی تھی۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ تم نوّے ہزارروپیہ دے دو تو یہ مسجد تمہارے روپے سے بن جائے گی۔ لیکن اس مسجد پر ایک لاکھ پچاسی ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اب عورتیں پریشان ہیں کہ ہم کیا کریں؟ انہوں نے ستتر ہزار روپیہ تو جمع کر لیا تھا مگر اب ایک لاکھ آٹھ ہزارروپیہ اَور چاہیے۔ یہی ضروریات ہیں جن کی طرف اِس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تمہیں ساری دنیا کے فائدہ کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس لیے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا کام بھی ساری دنیا کے لیے ہوگا اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ لوگ اپنی زندگیاں اِس کام کے لیے وقف کریں اور ایک جماعتی تنظیم موجود ہو جس کے ماتحت لوگوں سے روپیہ لیا جائے اور اشاعتِ اسلام کے کام پر خرچ کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکتا۔ پھر مسلمانوں کے لیے مسجد بھی ایک ضروری چیز ہے لیکن اگر کسی ملک میں صرف دس بیس مسلمان ہو جائیں تو وہ مسجد کا بوجھ کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ایک ایک مسجد پر لاکھوں روپیہ خرچ آتا ہے اور دس بیس نَومسلموں کے لیے اتنی بھاری رقم جمع کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے وہ بوجھ بھی ہمیں ہی اُٹھانا پڑے گا۔

میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فی الحال ہمیں مہنگے ممالک میں چالیس مساجد کی ضرورت ہے۔ اور اگر ایک مسجد کی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ دولاکھ روپیہ لگایا جائے تو ان چالیس مساجد کے لیے اسّی لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ پھر صرف مساجد کا تیار کرنا ہی کافی نہیں ان ممالک میں ہمیں اپنے مبلغ بھی رکھنے پڑیں گے اور پھر لٹریچر کی اشاعت بھی کرنی پڑے گی اور یہ بہت بڑا بوجھ ہے جو جماعت کو برداشت کرنا پڑے گا۔

شاید تم یہ سن کر گھبرا جاؤ اور کہو کہ ہم اتنا بوجھ کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ سو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بیعت لینی شروع کی تو اُس وقت آپ نے چندوں کی بھی تحریک فرمائی تھی۔ لیکن اُس وقت کسی کو یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ اتنا بوجھ اُٹھایا جا سکتا ہے جتنا اِس وقت ہماری جماعت اُٹھا رہی ہے۔ جب

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فوت ہوئے ہیں تو اُس وقت بیرونی ممالک میں سے کسی ملک میں بھی ہمارا کوئی مبلغ نہیں تھا۔ گو اَب پیغامیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ووکنگ مسلم مشن آپ نے ہی قائم کیا تھا حالانکہ خواجہ کمال الدین صاحب جو ووکنگ مسلم مشن کے بانی ہیں اُن کا اپنا بیان اخبار ''مدینہ'' بجنور میں چھپ چکا ہے کہ ''یہ مسلم مشن ووکنگ اپنی بناء، اپنے وجود، اپنے قیام کے لیے میری ذات کے سوا کسی اَور جماعت یا شخصیت یا کسی انجمن کا مرہونِ احسان نہیں ہے۔ میں نے اپنے ہی سرمایہ سے جو وکالت کے ذریعہ مجھے حاصل ہوا اِس مشن کو قائم کیا۔ اِس کے متعلق نہ میں نے کسی سے مشورہ حاصل کیا نہ کسی نے مجھے مشورہ دیا''۔3

یہ بیان میں نے الفضل میں بھی شائع کرا دیا تھا اور بتایا تھا کہ خواجہ صاحب کا اپنا بیان یہ ہے کہ میں اپنی مرضی سے اور اپنے روپیہ سے وہاں گیا اور اشاعتِ اسلام کا کام کرتا رہا اس میں کسی جماعت، انجمن یا شخصیت کا احسان نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نواب رضوی صاحب نے جو اُن دنوں بمبئی میں رہتے تھے انہیں ایک سال کا خرچ دیا تھا کہ وہ انگلستان جائیں اور اُن کے مقدمہ کی پیروی کریں۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو اسلام کی تبلیغ بھی کریں۔ نواب رضوی کو اتفاقیہ طور پر دولت ہاتھ آ گئی تھی کیونکہ ان کی شادی نظام حیدرآباد عثمان علی خاں صاحب کی پھوپھی زاد بہن سے ہوئی تھی اور شادی بھی خفیہ طور پر ہوئی۔ نواب رضوی چونکہ صرف ایک وکیل تھے اِس لیے نظام حیدرآباد یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی پھوپھی زاد بہن کی ان سے شادی ہو۔ وہ چونکہ بادشاہ تھے اس لیے اسے اپنی ہتک خیال کرتے تھے اور بیگم کے باپ کی چالیس پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جائیداد تھی اور اس نے اس جائیداد کا ایک بڑا حصہ نواب رضوی کو دے دیا تھا۔ نواب رضوی بمبئی آ گئے اور نظام حیدرآباد نے انہیں عدالت میں نالش کرنے کی دھمکی دی۔ اِس پر انہوں نے خواجہ کمال الدین صاحب کو سفر کے اخراجات کے علاوہ سال بھر کے قیام کے اخراجات بھی دیئے تا کہ وہ انگلستان میں جا کر ان کا مقدمہ بھی لڑیں اور اپنی خواہش کے مطابق تبلیغ بھی کریں۔ گویا خواجہ صاحب کو اتفاقی طور پر ایک ایسا آدمی مل گیا تھا جس نے انہیں ایک سال کا خرچ دے دیا تھا۔ مگر اب یہ تو امید نہیں کی جا سکتی کہ روز روز نظام حیدرآباد پیدا ہوں اور وقار الملک اُن کے پھوپھا ہوں

جنہیں چالیس پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی آمد ہو۔ پھر ان کی بیٹی بیوہ رہ جائے اور پھر نواب رضوی پیدا ہوں جن سے اُس کی لڑکی شادی کر لے اور اپنی جائیداد کا ایک حصہ انہیں دے دے اور وہ اس جائیداد کی آمد میں سے کچھ رقم ایک مبلغ کو دے دیں تا کہ وہ انگلستان جا کر تبلیغ کرے۔

یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی لونڈی ایک دن اوپلے جمع کرنے کے لیے جنگل میں گئی جن کو پنجابی میں "گوہے" کہتے ہیں۔ سردی کا موسم تھا ایک خرگوش سردی کی شدت کی وجہ سے ٹھٹھر کر کسی جھاڑی کے قریب بیہوش پڑا تھا۔ وہ لونڈی اوپلے جمع کرتی ہوئی وہاں پہنچی تو خرگوش دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اُسے اُٹھا کر گھر لے آئی۔ گھر میں ہر فرد نے اُس کی تعریف کی اور کہا تم بڑی ہوشیار ہو جو خرگوش اُٹھا لائی ہو۔ اِس تعریف کی وجہ سے اُس کا دماغ خراب ہو گیا اور دوسرے دن صبح کو جب وہ پھر اوپلے جمع کرنے کے لیے جنگل میں جانے لگی تو کہنے لگی بی بی! میں گوہیاں نوں جاواں یا سئیاں نوں جاواں یعنی بی بی! میں اوپلے اکٹھے کرنے جاؤں یا خرگوش اُٹھانے کے لیے جاؤں؟ گویا اُسے امید پیدا ہو گئی کہ اب ہر روز اسے خرگوش مل جایا کریں گے۔

یہی مثال ہماری ہو گی اگر ہم یہ کہیں کہ چلو کوئی نواب رضوی تلاش کریں جو کوئی مبلغ باہر بھیج دے۔ نہ نظام حیدرآباد کی ریاست قائم کی جاسکتی ہے نہ نظام کی بہن کو بیوہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اُس بیوہ کی بیٹی کو کسی احمدی وکیل سے بیاہا جا سکتا ہے اور نہ ہر روز نواب رضوی پیدا ہوسکتا ہے جس سے اس کی خفیہ طور پر شادی ہو جائے اور وہ اسے اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ دے دے۔ اور نہ نظام حیدرآباد سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نواب رضوی کو نالش کی دھمکی دے اور پھر نواب رضوی کو اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے خواجہ کمال الدین صاحب جیسا آدمی مل جائے اور وہ اسے انگلستان بھجوا دے اور اسے ایک سال کے قیام کا خرچ اور سفر کے اخراجات بھی دے دے۔ یہ بہت دور کا اتفاق ہے جو ہزاروں سال کے بعد ہی میسر آ سکتا ہے۔ لیکن یہاں تو روزانہ مبلغ بھجوانے ہوں گے اور روزانہ مبلغ بھجوانے کے لیے تحریک جدید ہی کام دے سکتی ہے۔

وہی تحریک جدید جس نے ساری دنیا کی تبلیغ کا بوجھ اُٹھایا ہوا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تحریک جدید کے دفاتر کے کام پر میں خوش ہوں۔ ہالینڈ کی مسجد کو ہی لے لو میرے نزدیک اگر تحریک جدید کے افسر احتیاط سے کام لیتے تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے میں مسجد بن جاتی اور عورتوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑتا۔ لیکن بہرحال تحریک جدید کے ذریعہ ایک نہایت اہم اور قابلِ تعریف کام ہو رہا ہے اور جماعت کو اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور اس میں حصہ لینا چاہیے تاکہ وہ تبلیغِ اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا سکے۔ اِس سال سکنڈے نیویا میں ایک نیا مشن کھولا گیا ہے اور ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ شاید ہمیں اپنے خرچ پر کچھ اَور مبلغ بھی امریکہ بھجوانے پڑیں کیونکہ امریکہ میں مبلغوں کی بڑی مانگ ہے۔ لیکن امریکن احمدی ان کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے بلکہ امریکن جماعت کا چندہ امریکہ کے موجودہ مبلغوں کا خرچ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ مغربی ممالک میں سے امریکہ ہی ایک ایسا ملک ہے جو ایک حد تک تبلیغ کا بوجھ اُٹھا رہا ہے۔ وہاں کے مشن کا خرچ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہے لیکن وہ قریباً دوتہائی بوجھ اُٹھا رہا ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں جماعت تھوڑی ہے۔ امریکہ کی جماعت کے کُل پانچ سَو افراد ہیں اور ظاہر ہے کہ پانچ سَو افراد کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کا بوجھ برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس لیے لازمی طور پر ہمیں بھی ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اَور مبلغ گئے تو اَور خرچ ہو گا۔ پھر ایک اَور علاقہ میں بھی تبلیغ کے رستے کھل رہے ہیں اور کچھ وقت کے بعد وہاں باقاعدہ مشن قائم کیا جا سکے گا۔ اِسی طرح چین سے ایک بڑے عالم کا عربی اور انگریزی میں خط آیا ہے جس میں اُس نے اپنے ملک میں احمدیت کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فلپائن میں بھی بعض نوجوان لٹریچر کے ذریعہ احمدی ہوئے ہیں اور تازہ اطلاع آئی ہے کہ وہاں طلباء کی ایک انجمن ہے جس کے آٹھ ممبر لٹریچر کے ذریعہ احمدی ہو گئے ہیں اور ان میں سے بعض نے دین کی اشاعت کے لیے اپنی زندگی بھی وقف کی ہے اور وہ ربوہ آ کر تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اب اگر وہ ربوہ آ کر تعلیم حاصل کریں گے تو اُن کے یہاں قیام کے اخراجات بھی دینے پڑیں گے اور ایک طرف کا کرایہ بھی دینا پڑے گا۔ اِس طرح پچیس تیس ہزار روپیہ کا خرچ اَور بڑھ جائے گا۔ غرض ہمارا اشاعتِ اسلام کا کام ہر روز

بڑھے گا اور اخراجات بھی بڑھیں گے جو آپ کو بہرحال برداشت کرنے پڑیں گے۔

ہمارے ملک میں ایک مثال ہے اور وہ بڑی سچی ہے کہ اونٹ شور مچاتے ہی لادے جاتے ہیں۔ اِسی طرح تم بھی چاہے کس قدر شور مچاؤ تمہیں تبلیغ کا کام بہرحال کرنا پڑے گا۔ اِس سے تمہارا پیچھا نہیں چھوٹے گا کیونکہ جب تم احمدی ہوئے تھے تو تم نے مان لیا تھا کہ نَحۡنُ خَیۡرُ اُمَّةٍ ہم بہترین امت ہیں۔ اور اگر تم بہترین امت ہو تو تمہیں وہ کام کرنا پڑے گا جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہترین امت کا بیان کیا ہے۔ یا تو تم کہہ دو کہ ہم اچھے نہیں ہم سے عیسائی اور یہودی اچھے ہیں۔ اور یا یہ کہو کہ ہم اچھے ہیں۔ اور اگر تم اچھے ہو تو تمہیں اشاعتِ اسلام کا کام بھی کرنا پڑے گا۔

اِس تمہید کے بعد میں تحریک جدید کے نئے سال کے چندہ کا اعلان کرتا ہوں اور تحریک کرتا ہوں کہ دوست زیادہ سے زیادہ اِس میں چندہ لکھوائیں اور پھر اسے جلد ادا کرنے کی کوشش کریں تا کہ پچھلا بوجھ بھی اُترے اور آئندہ سال تبلیغ کا کام بہتر طور پر ہو سکے۔ اور خدام اور انصار کے ذمہ لگاتا ہوں کہ وہ سارے دوستوں میں تحریک کر کے زیادہ سے زیادہ وعدے جلد سے جلد بھجوائیں۔ اور خدا کرے کہ نومبر کے آخر تک ان کو وعدوں کی لسٹیں پورا کرنے کی توفیق مل جائے اور دسمبر کے آخر میں تحریک جدید یہ اعلان کر سکے کہ اس کی ضرورتیں پوری ہوگئی ہیں۔ پچھلے سال میں نے تحریک جدید کا بجٹ بڑی احتیاط سے بنوایا تھا لیکن پھر بھی پتا لگا ہے کہ تحریک جدید پر صیغہ امانت اور بعض دوسری مدات کا دولاکھ چالیس ہزار روپیہ قرض ہے۔ اس لیے قربانی اور ہمت کی ضرورت ہے۔ مگر گھبراؤ نہیں خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اِس کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی مالی حالت بہتر بنائے اور تمہیں مزید لاکھوں بھائی عطا فرمائے جن کے ساتھ مل کر تم اِس بوجھ کو آسانی کے ساتھ اُٹھا سکو۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے زمیندار ہی یورپ کے زمینداروں کی طرح محنت کریں تو ہماری آمد میں سَو گُنا اضافہ ہو سکتا ہے۔ یورپ کے بعض ممالک میں فی ایکڑ تین تین ہزار روپیہ آمد ہے اور ہماری جماعت کے پاس ڈیڑھ لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین ہے۔

اگر ہمارے زمینداروں کی آمد بھی تین تین ہزار روپیہ فی ایکڑ ہو تو ان کی آمد ساڑھے پینتالیس کروڑ روپیہ سالانہ ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اس کا چھ فیصدی چندہ دیں تو جماعت کا چندہ دو کروڑ ستّر لاکھ بن جاتا ہے۔ اور اگر دس فیصدی دیں تو جماعت کا چندہ چار کروڑ پچاس لاکھ روپیہ سالانہ بن جاتا ہے۔ پھر خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ گو جماعت کے دوست تبلیغ میں سستی کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے کانوں میں احمدیت کی تعلیم ڈالتے رہتے ہیں اور وہ کھنچے ہوئے احمدیت کی طرف آ جاتے ہیں۔ اگر ہمارے زمیندار محنت کریں تو خود بھی انہیں فائدہ ہو گا یعنی ان کی مالی حالت بہتر ہو گی اور ان کے بچے تعلیم پائیں گے اور ساتھ ہی تبلیغ بھی ہو گی اور وہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ میں داخل ہو جائیں گے اور ان کا نام خداتعالیٰ کے حضور پہلے نمبر پر لکھا جائے گا۔ دیکھو! اگر تم زیادہ نمازیں پڑھو گے تو اس کا ثواب صرف تمہارے حساب میں لکھا جائے گا۔ لیکن اگر تم زیادہ تبلیغ کرو گے تو ساری دنیا اس سے فائدہ اُٹھائے گی اور ساری دنیا کے ثواب میں تم شریک ہو جاؤ گے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے بعض دوست ایسے ہیں جو شاید دو روپیہ چندہ دیتے ہیں لیکن جب کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو بڑے فخر سے سینہ پر ہاتھ مار کر کہتے ہیں کہ ہم امریکہ میں تبلیغ کر رہے ہیں، جرمنی میں تبلیغ کر رہے ہیں، انگلینڈ میں تبلیغ کر رہے ہیں، سوئٹزرلینڈ میں تبلیغ کر رہے ہیں، انڈونیشیا میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی زمیندار کے ہاں شادی تھی۔ ہمارے ہاں رواج ہے کہ شادیوں پر لوگ نیوتا دیتے ہیں۔ اُس شادی میں ایک نند اور ایک بھاوجہ دو عورتیں گئیں۔ نند غریب تھی۔ اُس نے ایک روپیہ نیوتا دیا لیکن بھاوجہ امیر تھی اُس نے بیس روپے نیوتا دیا۔ کسی نے نند سے پوچھا بہن! تم نے کتنا نیوتا دیا؟ تو اُس نے بڑے فخر سے کہا میں تے بھابی اکیس۔ اِسی طرح ان لوگوں کی مثال ہے۔ مجالس میں بیٹھ کر وہ بڑے فخر سے کہیں گے کہ ہم فلاں فلاں ملک میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ تم نے اس کام کے لیے کتنا چندہ دیا ہے؟ تو بعض دفعہ وہ کہیں گے ہم نے آٹھ آنے دیئے تھے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ تبلیغ ان لوگوں کے

ذریعہ ہو رہی ہے جو ہزاروں روپیہ اس کام کے لیے دے رہے ہیں۔ شادیاں ہوتی ہیں، عقیقے ہوتے ہیں تو لوگ بڑے شوق سے روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ اپنے دلوں میں اشاعتِ اسلام کی سچی تڑپ رکھیں تو تبلیغ کے لیے کیوں نہیں دے سکتے؟

ابھی تھوڑے دن ہوئے مجھے افریقہ کے ایک احمدی دوست ملے۔ انہوں نے کہا آپ نے رخصتانہ کے موقع پر لڑکی والوں کو کھانا کھلانے کی بالکل ممانعت کر دی ہے حالانکہ ہمارا وہاں بہت اثر ہے اور گورنر اور بڑے بڑے عُہد یدار ہمیں اپنے ہاں بلاتے ہیں۔ اگر ہم انہیں اپنے ہاں نہ بلائیں تو وہ ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم لوگ ہماری دعوتیں تو کھا جاتے ہو اور اپنی باری آئے تو ہمیں نہیں کھلاتے۔ ہماری مالی حیثیت پاکستانیوں سے بہت اچھی ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ایسے موقعوں پر گورنروں اور دوسرے عہدیداروں کو اپنے ہاں دعوتوں میں بلا لیا کریں تا کہ وہ ہمیں طعنہ نہ دے سکیں کہ ہم ان کو اپنے ہاں نہیں بلاتے۔ پھر ہمارے ہاں چار چار، پانچ پانچ میل پر مکانات ہوتے ہیں۔ اگر اس قسم کے مواقع پر آنے والوں کو کھانا نہ کھلایا جائے تو بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ اپنے ملک کے حالات لکھ کر بھیج دیں تو ان پر غور کر لیا جائے گا۔ یورپ میں بھی پانچ پانچ، سات سات میل پر کوٹھیاں ہوتی ہیں۔ اگر اس قسم کے مواقع پر کوئی شخص ایک لمبا فاصلہ طے کر کے کسی کے گھر جائے تو اسے کھانا نہ کھلایا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اُس دن فاقہ سے رہے۔ میں نے اِس واقعہ کا سید عبدالرزاق شاہ صاحب سے ذکر کیا جو کہ نیروبی میں رہ چکے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ اس دوست کی بیٹی کی شادی تھی تو انہوں نے جو دعوت کے خرچ کا اندازہ لگایا تھا وہ سات ہزار روپیہ تھا۔ میں نے وہ خرچ اُڑا دیا اور اِس طرح اُن کی شادی بغیر خرچ کے کروا دی۔

بہرحال افریقہ میں امارت ہے اور لوگوں کے پاس روپیہ ہے اور پھر وہ لوگ قربانی بھی کرتے ہیں۔ اگر اس علاقہ میں ہماری جماعت موجودہ جماعت سے دس گُنا ہو جائے تو صرف افریقہ کی جماعت کا چندہ بیس پچیس لاکھ روپیہ سالانہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر امریکہ میں بھی موجودہ جماعت دس گنا ہو جائے تو ان کا چندہ بھی بیس پچیس لاکھ روپیہ سالانہ ہو جاتا ہے

اور وہ تبلیغ کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو ایک وقت تک یہ بوجھ صرف تمہیں ہی برداشت کرنا ہوگا کیونکہ اِس ملک میں خدا تعالیٰ نے اپنا مامور بھیجا ہے اور خدا تعالیٰ اس ملک کو عزت دینا چاہتا ہے۔ لوگ چاہے کتنا شور کریں اور کہیں کہ ہم اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے لیکن بہرحال انہیں یہ بوجھ اُٹھانا پڑے گا کیونکہ خدا تعالیٰ اِس ملک کو عزت دینا چاہتا ہے اور اُس نے اِس ملک کو اپنے لیے چن لیا ہے۔ تمہارے پیچھے جو لوگ آئیں گے وہ کہیں گے کہ کاش! یہ کام ہمارے زمانہ میں ہوتا تو ہم اسے سرانجام دیتے۔ معلوم نہیں کہ تمہیں پرانے واقعات کو پڑھ کر ایسی تحریک ہوتی ہے یا نہیں لیکن میں تو جب بھی پرانے واقعات پڑھتا ہوں تو میرے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے کہ کاش! میں اُس وقت ہوتا اور قربانی کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کوئی بے عزتی نہیں کرسکتا کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نبی تھے لیکن تاہم کفار نے آپ کو اذیت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ میں تو جب بھی ان واقعات کو پڑھتا ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ کاش! میں اس وقت ہوتا اور وہ ماریں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑیں مجھے پڑتیں۔ اِسی طرح تمہاری اگلی نسل آئے گی تو وہ لوگ بھی کہیں گے کہ کاش! وہ اُس وقت ہوتے اور جو قربانیاں تم کر رہے ہو وہ کرتے۔ لیکن اِس وقت وہ تو موجود نہیں تحریک تمہارے سامنے کی جاتی ہے۔ مگر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ تمہارے پوتے اور پڑپوتے اور ہمسائے حسرت سے کہیں گے کہ ہمارے باپ دادوں نے اسلام کے لیے وہ قربانیاں نہیں کیں جو کرنی چاہیے تھیں۔ اگر ہم اُس وقت ہوتے تو ہم اُن سے بڑھ کر قربانیاں کرتے۔

بالعموم یہ فقرہ جھوٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ کہنے کو تو یہ فقرہ انسان کہہ دیتا ہے لیکن وقت آنے پر اس پر عمل نہیں کرتا۔ تاریخ میں ہمیں صرف ایک مثال ایسی ملتی ہے کہ ایک شخص نے یہ فقرہ کہا اور پھر وقت آنے پر اسے سچا کر دکھایا اور وہ حضرت مالکؓ تھے۔ جنگ اُحد میں ایک موقع پر صحابہؓ کی غلطی کی وجہ سے دشمن آگے بڑھ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر پتھر پھینکنے لگا۔ آپؐ کے پاس بیس کے قریب مسلمان کھڑے تھے۔ انہوں نے وہ پتھر اپنی چھاتیوں پر کھانے شروع کیے لیکن پھر بھی کچھ پتھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا لگے۔ آپ اُس وقت حفاظت کی غرض سے خَود پہنے ہوئے تھے۔ ایک پتھر اس خَود پر لگا اور خَود کا کیل آپ

کے سر میں گُھس گیا۔ آپ بیہوش ہو کر اُن صحابہؓ کی لاشوں پر جا پڑے جو آپ کے اردگرد لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے۔ اس کے بعد کچھ اَور صحابہؓ آپ کے جسم کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے اور اُن کی لاشیں آپؐ کے جسم پر جا گریں۔ مسلمانوں نے آپؐ کے جسم کو لاشوں کے نیچے دبا ہوا دیکھ کر خیال کیا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں4 اور یہ خبر آناً فاناً تمام مسلمانوں میں پھیل گئی اور وہ اِس شہادت کی خبر اپنے اِردگرد کے صحابہؓ کو پہنچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ پڑے۔ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو شہر کے مرد اور عورتیں اور بچے سب پاگلوں کی طرح شہر سے باہر نکل آئے اور اُحد کے میدان کی طرف دوڑ پڑے۔ اِس وقتی شکست کے وقت جو صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے اور جنہیں کفار کے لشکر کا ریلا دھکیل کر پیچھے لے آیا تھا ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ان کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور وہ شخص جس نے بعد میں قیصروکسریٰ کی حکومتوں کو تہہ و بالا کر دیا تھا ایک پتھر پر بیٹھ کر بچوں کی طرح رونے لگ گیا۔ اتنے میں حضرت مالکؓ ان کے پاس گئے۔ حضرت مالکؓ جنگِ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے اور جب کبھی صحابہؓ اس بات کا ذکر کرتے کہ ہم نے اس جنگ میں یہ یہ قربانی کی ہے تو حضرت مالکؓ غصہ میں آ جاتے اور جوش کی حالت میں ٹہلنے لگ جاتے اور کہتے تم نے کیا قربانی کی ہے۔ اگر میں اُس وقت ہوتا تو تمہیں دکھاتا کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ دنیا میں عام قاعدہ یہ ہے کہ بظاہر ایسا دعوٰی کرنے والے اپنے دعوٰی کو پورا نہیں کرتے۔ لیکن جنگِ اُحد میں جب وقتی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اِس کا حضرت مالکؓ کو پتا نہیں لگا۔ وہ اسلامی لشکر کی فتح کے وقت ہی پیچھے ہٹ گئے تھے اور چونکہ رات سے انہوں نے کچھ کھایا نہیں تھا جب فتح ہو گئی تو وہ چند کھجوریں لے کر پیچھے کی طرف چلے گئے تا کہ انہیں کھا کر اپنی بھوک دور کریں۔ وہ فتح کی خوشی میں ٹہل رہے تھے اور کھجوریں کھا رہے تھے کہ ٹہلتے ٹہلتے وہ حضرت عمرؓ کے پاس جا پہنچے اور حضرت عمرؓ کو بچوں کی طرح روتے دیکھ کر کہا عمر! اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی ہے اور تم رو رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا مالک! تم شاید پہلے میدان سے ہٹ آئے ہو۔ بیشک دشمن بھاگ گیا تھا اور مسلمانوں نے فتح پائی تھی لیکن بعد میں دشمن نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کیا

جس کے نتیجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اِس پر مالک نے کہا عمر! اگر یہ واقعہ ٹھیک ہے تو پھر بھی یہ رونے کا وقت نہیں۔ جہاں ہمارا آقا گیا ہے ہمیں بھی وہیں جانا چاہیے۔ ان کے ہاتھ میں اُس وقت آخری کھجور تھی۔ اُسے نیچے پھینکتے ہوئے آپ نے کہا مجھ میں اور جنت میں اِس کھجور کے سوا اَور کونسی چیز حائل ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار سونت لی اور دشمن کی صفوں میں گُھس گئے۔ دشمن کا لشکر تین ہزار کی تعداد میں تھا لیکن حضرت مالکؓ اکیلے ہی اُس پر حملہ آور ہوئے اور اُس کی صفوں کو چیرتے ہوئے چلے گئے۔ آپ زخمی ہو کر گرتے مگر پھر کھڑے ہو جاتے اور دشمن پر حملہ کرتے۔ یہاں تک کہ اس لڑائی میں آپ شہید ہو گئے۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ مالک کی لاش تلاش کریں۔ لیکن باوجود تلاش کے لاش نہ ملی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ ہدایت کی کہ جاؤ اور مالکؓ کی لاش تلاش کرو۔ وہ گئے لیکن پھر بھی لاش نہ ملی۔ آخر تیسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر تلاش کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ ! ہمیں ایک لاش ملی ہے جس کے ستّر ٹکڑے ہیں لیکن ہمیں کوئی ایسی علامت نہیں ملی جس کی وجہ سے ہم پہچان سکیں کہ وہ لاش کس کی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مالک کی بہن کو ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ صحابہؓ مالکؓ کی بہن کو ساتھ لے گئے اور اُس نے ایک کٹی ہوئی انگلی کے ایک نشان سے مالکؓ کی لاش کو پہچانا اور کہا یہ میرے بھائی کی لاش ہے۔[5] تو دیکھو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں نے قربانیاں کیں تو مالکؓ نے کہا اگر میں اُس وقت ہوتا تو تم سے بڑھ کر قربانی کرتا اور پھر بعد میں جب وقت آیا تو انہوں نے اپنے اس دعوٰی کو پورا کر دکھایا۔

تمہارے دل میں بھی یہ خیال آتا ہو گا کہ اگر ہم فلاں موقع پر ہوتے تو یوں قربانی کرتے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں موقع دے دیا ہے جو دوسروں کو نہیں ملا۔ اگر غیر احمدی ایسا کہیں تو وہ معذور ہیں کیونکہ اُنہیں موقع نہیں ملا۔ لیکن تم نہیں کہہ سکتے کیونکہ تمہیں خدا تعالیٰ نے اس بات کا موقع دے دیا ہے کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بھی قربانیاں کرو۔ اُس وقت تلوار کا جہاد تھا اور اب تبلیغِ اسلام کا جہاد ہے۔ اِس وقت عیسائیت نے اسلام کو اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ جب تک ہم پاگلوں کی طرح باہر نہ نکلیں اسلام غالب نہیں آ سکتا۔

پھر عیسائی تعداد کے لحاظ سے بھی ہم سے دُگنے ہیں، روپیہ کے لحاظ سے وہ مسلمانوں سے ہزاروں گُنا زیادہ ہیں، سیاست کے لحاظ سے بھی وہ مسلمانوں سے زیادہ طاقتور ہیں۔ پس جب تک نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے باہر نہ نکلیں اور وہ دین کی خدمت کے لیے تیار نہ ہوں اُس وقت تک یہ کام نہیں ہوسکتا۔ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث نہیں ہوئے تھے ہمارے پاس کوئی ایسا رستہ نہیں تھا جس پر چل کر ہم صحابہؓ کی سی قربانیاں کرسکیں۔ مگر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ہمیں وہ رستہ مل چکا ہے اور آپ نے تبلیغِ اسلام کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ اب اِس ذریعہ سے ہر احمدی کو موقع مل گیا ہے کہ وہ صحابہؓ کی طرح کہہ سکے کہ اگر میں فلاں موقع پر ہوتا تو اِس اِس طرح اپنی جان اور مال کی قربانی پیش کرتا۔ آخر مال کی قربانی یہ تو نہیں کہ کوئی شخص اپنی دولت لے کر گٹھڑی میں باندھے اور کنویں میں ڈال دے یا جان کی قربانی کا یہ مطلب تو نہیں کہ گلے میں رسّہ ڈال کر خودکشی کر لے۔ بلکہ مال کی قربانی یہ ہے کہ وہ اپنا مال اشاعتِ اسلام کرنے والوں کو دے۔ اِس طرح اُس کا مال خداتعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوگا اور سلسلہ کو بھی اس کا فائدہ ہوگا۔ اور جان کی قربانی یہ ہے کہ وہ غیرممالک میں تبلیغِ اسلام کے لیے نکل جائے اور اپنی ساری زندگی اِسی کام میں صَرف کر دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ خداتعالیٰ کی برکتوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ پس تمہیں خداتعالیٰ نے جان اور مال قربان کرنے کا موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ بعض پچھلے علماء نے غلط فہمی سے یہ کہا ہے کہ جان کی قربانی صرف یہ ہے کہ تلوار سے جہاد کیا جائے حالانکہ چاہے کوئی اپنی جان کو چُھری سے ذبح کرے، چاہے اُسے وطن چھوڑنے کی صورت میں قربان کرے اور چاہے وہ دشمن کی گالیاں سُنے اور اُس کی اذیتیں برداشت کرے۔ یہ سب چیزیں جان کی قربانی میں شامل ہیں۔ بہرحال اِس وقت جو تمہیں جان اور مال قربان کرنے کا موقع ملا ہے اس کی نظیر پچھلے زمانہ میں نہیں ملتی۔ صحابہؓ کے زمانہ میں اِس کی بیشک نظیر ملتی ہے لیکن اس کے بعد کے زمانہ میں لوگوں کو بہت کم موقع جان اور مال کو قربان کرنے کا ملا ہے۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صحابہؓ کی طرح جان اور مال کو قربان کرنے کا موقع پیدا کیا ہے تا کہ ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کر کے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ والے حکم کو

پورا کیا جا سکے۔

پس میں تمام دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ تحریک جدید کے نئے سال میں بڑھ چڑھ کر وعدے لکھوائیں اور پھر انہیں سَو فیصدی پورا کریں۔ مجھے پچھلے ہفتہ میں خدام میں بھی تقریریں کرنی پڑی ہیں اور اب انصاراللہ کے اجتماع میں بھی جانا ہے۔ اس لیے میں کوئی لمبی تقریر نہیں کر سکتا۔ مختصر طور پر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ ثواب حاصل کرنے کے دن ہیں۔ تم ثواب حاصل کر لو۔ اور پھر یہ ایسے دن ہیں کہ تمہارے بعد میں آنے والے نسل در نسل اس پر فخر کریں گے اور خدا تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں گی۔ اگر آج تم اسلام کی خاطر قربانی کرتے ہو تو تم اپنی آئندہ نسل کے لیے قربانی کا رستہ کھولتے ہو۔ اور پھر اُس کی نسل کے لیے اور پھر اُس نسل کی نسل کے لیے رستہ کھولتے ہو۔ اور اِس طرح سَو پُشت تک تمہاری نسل خدا تعالیٰ کی برکات کی وارث ہوتی چلی جائے گی۔ اِس تمہید کے ساتھ میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔

تم یہ مت خیال کرو کہ یہ بوجھ تمہاری طاقت سے بالا ہے۔ تم ہمت کر کے آگے آؤ اور بے دریغ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری محنتوں کے نتائج میں برکت دے گا اور تمہیں اپنے انعامات سے حصہ دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے، تمہارے حوصلوں کو بلند کرے اور جماعت کی تعداد کو بھی زیادہ کرے تا تمہارے اَور بھائی بھی آگے آئیں اور اس بوجھ کو اُٹھانے کے قابل ہوں۔ اِس وقت ہمارے صرف چالیس پچاس مبلغ غیر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ خدا کرے تم اپنی زندگیوں میں دیکھ لو کہ اُن کی تعداد لاکھوں تک ہو گئی ہے اور کروڑوں کروڑ عیسائی احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہے''۔

نمازِ جمعہ سے قبل حضور نے نواب عبدالرحمان خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''عبدالرحمان خان صاحب جو نواب محمد علی خان صاحب کے بڑے بیٹے تھے

اُن کے متعلق آج ہی اطلاع آئی ہے کہ وہ مالیرکوٹلہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ وہ پچھلے سال جلسہ سالانہ پر ربوہ آ کر مجھے ملے تھے۔ انہیں اپنڈے سائٹس(APPENDICITIS) کا دَورہ ہوا لیکن علاج کے باوجود درد بڑھتا چلا گیا۔ جب ڈاکٹر اُن کی صحت سے مایوس ہو گئے تو گھر والوں نے ارادہ کیا کہ انہیں پاکستان لے آئیں مگر ابھی وہ یہاں لانے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ فوت ہو گئے۔ میں نمازِ جمعہ کے بعد اُن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل 6 نومبر 1956ء)

1: آل عمران: 111

2: راول: جوگی ۔ جوتشی

3: اخبار مدینہ بجنور 21 جون 1928ء

4: سیرت ابن ھشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء

5: سیرت ابن ھشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء